رجسٹرڈ نمبر اے ۹۲۲
ٹیلیفون نمبر ۲۹

تار کا پتہ
"انجمن" علی گڑھ

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو ہند کا پندرہ روزہ اخبار

فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۴ | یکم فروری ۱۹۵۵ء | ایڈیٹر: قاضی عبد الغفار | جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ | نمبر ۳

آہ! پنڈت کشن پرشاد کول

پنڈت کشن پرشاد کول کی موت پر لفظ سانحہ کا مکمل اطلاق ہوتا ہے ــــ اچانک، بے وقت اور دل شکن مرحوم کول انجمن ترقی اردو کے ایک سرگرم رکن اور محاذ اردو کے ایک جری سپاہی تھے۔ ان میں صداقت اور بے باکی جوہر تھے اور اردو کے لئے کلمۂ حق کہنے سے وہ کبھی باز نہیں آئے۔ اردو ان کے خیال میں ہماری قوم کے ایک بڑے طبقے کی نفسیاتی، سماجی اور جمہوری ضرورت ہے۔ اسکا محاذ جمہوریت کا محاذ ہے، اور اس کا تحفظ جمہوریہ ہند کا تحفظ ہے۔

پیرانہ سالی کے باوجود اردو کے لئے ان کا عزم کو کبھی جوان رہا۔ وہ اس کے لئے دور دراز کا سفر اختیار کرتے، اور اپنے وقت اپنی طاقت اور اپنی دولت کسی سے دریغ نہیں کرتے۔ اردو کی علاقائی زبان کی تحریک کے وہ نقیب تھے۔ اس کی خاطر انھوں نے سب کچھ سنا اور بہت کچھ کہا۔ اس صوبے کی انجمن ترقی اردو کی یہ خوش نصیبی تھی کہ اسے کول مرحوم جیسا گرم جوش اور بے باک صدر نصیب ہوگیا تھا۔ آج ان کے نہ ہونے پر جدھر نظر ڈالئے محاذ سونا نظر آتا ہے۔

مرحوم پنڈت کول ایک ایسے گھرانے کے چشم و چراغ تھے جس کی تہذیبی روایات صدیوں کے تاریخی عمل سے تیار ہوئی تھیں اس گھرانے کی سب سے عزیز متاع اردو زبان وادب تھے جن سے مرحوم کو بھی عشق تھا۔ ہم بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ وہ سرتاسر "اردو تہذیب" کے پروردہ تھے۔ "اردو تہذیب" ایک فرضی ترکیب نہیں، یہ ہماری قوم کے ایک اہم طبقے کیلئے زندہ حقیقت ہے۔ مرحوم کول اس کی نمائندہ شخصیت تھے۔ اردو کا غلغلہ اسی شخصیت کی شکست کی آواز ہے۔

مرحوم کے سکون روح کے لئے ضروری ہے کہ اردو کا غلغلہ جاری رہے!

یہ تماشا مری سرکار نہ دیکھا نہ سنا

(از ۔ ڈاکٹر مسعود حسین)

حال ہی میں ہند سرکار کی جانب سے ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کی
لسانیاتی جلد شائع ہوئی ہے یہ رپورٹ کئی لحاظ سے مضحکہ خیز ہے بالخصوص یوپی
جہاں اردو کے اعداد و شمار دئے ہیں وہاں تو ستم ظریفی کی انتہا کردی ہے
اصل مقصد یہ ہے کہ اردو کو بے بنیاد ثابت کیا جائے ۔ بہار میں اس مقصد
کو اس طرح پورا کیا گیا ہے کہ اردو کے اعداد و شمار ہندی کے تحت کر دئے
گئے ہیں ۔ اور اس طرح بہاری بولیوں کے مقابلے میں ہندی بولنے والوں
کی تعداد کو بڑھا کر دکھایا گیا ہے ۔ یو۔ پی میں ہندی کا مقابلہ کسی دوسری
مقامی بولی سے نہیں ہے ۔ اس لئے اردو بولنے والوں کے اعداد و شمار
علیحدہ سے دکھائے گئے ہیں ۔ اتفاق سے بعض اضلاع میں یہ کافی تعداد
میں موجود ہیں ۔ اس لئے "ہندستانی" کی شق نکالی گئی اور اردو بولنے
والوں کو تقسیم کر کے دو زبانوں کے تحت دکھایا گیا ہے یعنی (۱) اردو (۲)
ہندستانی ۔ اس ہندستانی" کی ترکیب سے صرف اردو والوں کو
تقسیم کرنا مقصود تھا جس پر شہادت خود رپورٹ کے ان الفاظ سے
ملتی ہے :۔

" ہندی ، اردو اور ہندستانی کے جھگڑے ، جن کے تفصیلی
حوالے ۱۹۱۱ء اور ۱۹۳۱ء کی رپورٹوں میں پائے جاتے
ہیں ، اس رپورٹ میں سر نہیں اٹھا سکے ہیں ۔ ہر شہری کو اس
بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی مادری زبان کا تعین کرے
اور محرر اس بات پر مجبور تھا کہ اسے ضبط تحریر میں لائے ۔ ہندؤں
کی بھاری اکثریت نے ہندی کو اپنی مادری زبان لکھوایا
تقریباً ۵۰ فیصد مسلمان اور شاید کچھ کشمیری ہندؤں نے اردو
کو اپنی مادری زبان منتخب کیا ۔ باقی ماندہ نصف مسلم آبادی
اور تقریباً ۴ فیصد ہندؤں نے "ہندستانی" کو بحیثیت
مادری زبان کے قبول کیا ۔" (صفحہ ۳۳)

اقتباس بالا سے صاف ظاہر ہے کہ "ہندستانی" کے نشتر سے
محض اردو والوں کو تقسیم کرنا مقصود ہے ۔ روہیلکھنڈ اور بالائی دو آبے
کے وہ اضلاع جہاں اردو بولنے والے کافی تعداد میں موجود ہیں ۔ اس
دو زبانوں کے خانوں میں تقسیم کر دئے گئے ہیں ۔

ذیل میں ہم یو۔ پی کے اضلاع کا ایک تفصیلی جدول پیش کرتے ہیں
تاکہ ارباب نظر اس سے خود سمجھ سکیں کہ "ہندستانی" کی آڑ میں ۱۹۵۱ء
کی رپورٹ میں کیا کھیل کھیلا گیا ہے ۔

نام ضلع	خاص زبان		ثانوی زبان (صرف ۱۰ فیصد سے زیادہ کی تعداد دی گئی ہے)
۱۔ دہرہ دون	ہندی	۵۴ فی صد	جونسری ۱۵ فی صد
۲۔ سہارنپور	"	۵۵ "	اردو ۲۲ فیصد ، ہندستانی ۱۹ فی صد
۳۔ مظفرنگر	"	۵۲ "	ہندستانی ۳۳ " ؛ اردو ۱۵ "
۴۔ میرٹھ	"	۴۵ "	" ۳۹ " ؛ " ۱۳ "
۵۔ بلند شہر	"	۷۲ "	" ۱۲ "
۶۔ علی گڑھ	"	۹۰ "	
۷۔ متھرا	"	۹۲ "	
۸۔ آگرہ	"	۸۸ "	
۹۔ مین پوری	"	۹۷ "	
۱۰۔ ایٹہ	"	۸۸ "	
۱۱۔ بریلی	ہندستانی	۵۰ "	ہندی ۲۷ فیصد ، اردو ۱۲ فیصد
۱۲۔ بجنور	ہندی	۵۹ "	اردو ۳۰ " ؛ ہندستانی ۱۱ "
۱۳۔ بدایوں	"	۷۴ "	ہندستانی ۱۴ " ؛ اردو ۱۰ "
۱۴۔ مرادآباد	ہندستانی	۳۹ "	ہندی ۳۸ " ؛ اردو ۲۲ "
۱۵۔ شاہجہانپور	ہندی	۸۹ "	
۱۶۔ پیلی بھیت	"	۶۴ "	ہندستانی ۱۳ " ؛ اردو ۱۲ "
۱۷۔ فرخ آباد	"	۹۰ "	
۱۸۔ اٹاوہ	"	۹۲ "	
۱۹۔ کانپور	"	۸۷ "	
۲۰۔ فتح پور	"	۹۵ "	
۲۱۔ الہ آباد	"	۸۰ "	ہندستانی ۱۱ "
۲۲۔ جھانسی	"	۹۴ "	
۲۳۔ جالون	"	۹۷ "	
۲۴۔ ہمیرپور	"	۹۴ "	
۲۵۔ باندہ	"	۹۸ "	
۲۶۔ بنارس	"	۸۸ "	
۲۷۔ مرزاپور	"	۷۴ "	ہندستانی ۲۴ فیصد
۲۸۔ جونپور	"	۹۳ "	
۲۹۔ غازی پور	"	۹۵ "	

نام ضلع	خاص زبان	ثانوی زبان
		(صرف ۱۰ فیصد سے زیادہ کی تعداد دی گئی ہے)
۳۰۔ بلیا	ہندی ۹۵ فی صد	
۳۱۔ گورکھپور	" ۹۰ "	
۳۲۔ دیوریا	" ۹۸ "	
۳۳۔ بستی	" ۹۰ "	
۳۴۔ اعظم گڑھ	" ۹۳ "	
۳۵۔ نینی تال	" ۴۳ "	کمایونی ۴۵ فی صد، اردو ۱۰ فیصد
۳۶۔ الموڑا	کمایونی ۶۳ "	ہندی ۳۶ "
۳۷۔ گڑھوال	ہندی ۹۲ "	
۳۸۔ لکھنؤ	" ۷۳ "	ہندستانی ۲۰ " ، اردو ۱۵ "
۳۹۔ اناؤ	" ۸۶ "	" ۱۱ "
۴۰۔ رائے بریلی	" ۹۳ "	
۴۱۔ سیتاپور	" ۸۲ "	
۴۲۔ ہردوئی	" ۸۸ "	
۴۳۔ کھیری	" ۷۱ "	ہندستانی ۲۴ فی صد
۴۴۔ فیض آباد	" ۹۰ "	
۴۵۔ گونڈہ	" ۹۷ "	
۴۶۔ بہرائچ	" ۶۱ "	ہندستانی ۳۵ فی صد
۴۷۔ سلطانپور	" ۹۷ "	
۴۸۔ پرتاپ گڑھ	" ۹۵ "	
۴۹۔ بارہ بنکی	" ۶۱ "	ہندستانی ۳۳ فی صد
۵۰۔ ٹہری گڑھوال	گڑھوالی ۹۹ "	
۵۱۔ رام پور	ہندستانی ۴۸ "	اردو ۳۵ فی صد، ہندی ۱۶ فی صد

اس جدول کے مطالعے سے حسب ذیل نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

- اردو بولنے والے اتر پردیش کے کسی بھی ضلع میں اکثریت میں نہیں۔
- بریلی، مرادآباد اور رام پور کے اضلاع میں جہاں ان کی اکثریت ہے انہیں اردو اور ہندستانی میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود ہندی بولنے والوں کی اکثریت نہ ہو سکی تو "ہندستانی" کو ضلع کی خاص زبان مانا گیا ہے۔
- میرٹھ میں ہندی بولنے والے صرف ۴۵ فی صد ہیں۔ لیکن اس کو ضلع کی پہلی زبان تسلیم کیا گیا ہے اس لئے کہ اردو، ہندستانی کی تقسیم کے بعد ہندستانی ۳۹ فی صد اور اردو والے ۱۰ فیصد رہ جاتے ہیں۔

بعض اضلاع (مثلاً سہارن پور، مظفر نگر، لکھنؤ) جہاں اردو ثانوی زبان کی حیثیت سے ممتاز درجہ رکھتی ہے، ہندستانی اور اردو میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ اس طرح کہ اس کی ثانوی حیثیت بھی دس فیصد سے

بہار کا نقشہ کچھ اور ہی ہے!

ذکر میرا بہ بدی بھی انھیں منظور نہیں

ریاست بہار میں کچھ اور ہی نقشہ نظر آتا ہے۔ وہاں اردو، ہندی، ہندستانی کی تقسیم کی بجائے اردو کو ہندی کے تحت کر دیا گیا ہے۔ بہار کے مہتمم صاحب لکھتے ہیں :-

"ڈاکٹر گریرسن کے لسانیاتی سروے ہند کے مطابق اردو، مغربی ہندی کا محض ایک ادبی اسلوب ہے اس لئے لسانیاتی نقطہ نظر سے اگر اردو کے اعداد و شمار کو ہندی کے تحت رکھ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا .... یہاں اس بات کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس سے قبل کی مردم شماری میں جو اردو ہندی کی تفریق قائم کی گئی ہے وہ بہت زیادہ کامیاب ثابت نہیں ہوئی۔" (صفحہ ۲۷)

چنانچہ اردو ہندی کی دوئی کو بہار میں اس طرح مٹایا گیا ہے کہ کسی بھی ضلع کے اعداد و شمار اٹھا کر دیکھئے بس ایک ہی موجود نظر آتا ہے۔

نام ضلع	خاص زبان	
گیا	ہندی	۱۰۰ فی صد
شاہ آباد	"	۱۰۰ فی صد
سارن	ہندی	۱۰۰ فی صد
چمپارن	ہندی	۱۰۰ فی صد
مظفرپور	ہندی	۱۰۰ فی صد
دربھنگہ	ہندی	۱۰۰ فی صد
پٹنہ	ہندی	۹۹ فی صد
سہرسہ	ہندی	۹۹ فی صد

غرضکہ اضلاع کی مکمل فہرست میں ہندی کے علاوہ بنگالی کا نام ہے، اڑیا، سنتھالی اور دوسری چھوٹی بولیوں کے نام ہیں لیکن اردو کا نام فہرست میں کہیں نہیں ملتا۔ حالانکہ ایک جگہ نوٹ سے یہ واضح ہے کہ اس رپورٹ میں بھی ۲۷ لاکھ آدمیوں نے اس "ملغوبہ" زبان کو اپنی مادری زبان بتایا ہے۔ بالخصوص پورنیا ضلع کی تو بہت بڑی آبادی اردو کے حق میں تھی۔

مکمل رپورٹ دیکھ کر جس بات کا اندازہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مردم شماری کے کارکنوں کو ہندستانی زبانوں اور اصول لسانیات کی مبادیات کا بھی علم نہیں۔ ہاں اس بات کا علم ضرور ہے کہ اس دیس کی ایک زبان یعنی اردو کے سر پر خاک ضرور ڈالنی چاہئے، کہیں اردو ہندی اور ہندستانی کی تثلیث قائم کر کے جیسا کہ اتر پردیش میں کیا گیا ہے اور کہیں اسے ہندی کا ایک اسلوب مان کر جیسا کہ بہار کی رپورٹ سے ظاہر ہے۔ اردو کے تمام مخلصین سے ہماری استدعا

ہے کہ وہ اپنے اردگرد، اپنے ضلع میں نظر ڈالیں۔ اور اردو زبان کے مذکورہ بالا اعداد و شمار کو پیش نظر رکھ کر اس بات کا اندازہ خود لگائیں کہ ان کے ضلع میں اردو کے سلسلے میں اقرار باللسان جیسی اقرار کرنے والے لوگ کس تعداد میں موجود ہیں۔ یہی اردو کی مدافعانہ اور جمہوری جنگ میں انجمن کے دست و بازو پر بھروسہ کرتا ہے۔

انجمن کی خبریں

بنارس

زیر اہتمام انجمن ترقی اردو بنارس ایک تعزیتی جلسہ زیر صدارت جناب مرزا اصغر حسین صاحب (ریٹائرڈ) بروز سوموار بتاریخ ۱۷ جنوری ۱۹۵۵ء بمقام آتا ترک ہوٹل چوک بنارس منعقد ہوا۔ جلسہ میں سوگ باشی پنڈت کشن پرشاد کول صدر انجمن ترقی اردو ریاستی شاخ اتر پردیش لکھنؤ کے ارتحال پر ملال پر سخت رنج و تأسف کا اظہار کیا گیا۔ حاضرین نے ایک منٹ خاموش کھڑے رہ کر مندرجہ ذیل تجویز بالاتفاق منظور کی اور پنڈت جی مرحوم کے لئے دعائے خیر کی۔

تجویز

"انجمن ترقی اردو بنارس کا یہ جلسہ اردو کے مایہ ناز ادیب بیباک مبلغ اور اردو کی مہم کے سربرآوردہ قائد پنڈت کشن پرشاد کول صدر انجمن ترقی اردو ریاستی شاخ یو۔پی (لکھنؤ) کے انتقال پر ملال پر نہایت رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے پنڈت جی کی موت کو زبان و ادب نیز ملک کے لئے ناقابل تلافی نقصان سمجھتا ہے۔ فی الحال کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جو اس خلا کو پُر کر سکے۔ یہ جلسہ سوگ باشی پنڈت جی کی خدمت میں عقیدت کے پھول پیش کرتے ہوئے ان کے پس ماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور ان کے غم میں شریک ہے۔

بمبئی

بمبئی ۱۴ جنوری۔ طلبا قدیم جامعہ اردو بمبئی کا ایک تعزیتی جلسہ بمقام پانکا منزل۔ ابراہیم رحمت اللہ روڈ بوقت ۷ بجے زیر صدارت عبدالرحمٰن ناخدا صاحب (ولی بابا چیری) سکریٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن منعقد ہوا اور اس میں مندرجہ ذیل تجویز پاس ہوئی۔

تجویز: "جامعہ اردو بمبئی سنٹر۔ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا یہ جلسہ امیر جامعہ سر شانتی سروپ بھٹناگر او۔بی۔ای، ڈی۔ایس۔سی (لندن)، ایف۔آر۔ایس ڈائرکٹر امپیریل سائنٹفک انسٹی ٹیوٹ۔ منسٹری آف نیچرل ریسورسز۔ حکومت ہند کی وفات کو ہندوستان کے لئے عموماً اور جامعہ اردو کے لئے خصوصاً ایک سانحہ سمجھتا ہے۔ اور اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ یہ جلسہ مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خداوند کریم ان کی روح کو شانتی عطا فرمائے۔ مرحوم ہندوستان کے مشہور اور مایہ ناز سائنس دان ہونے کے علاوہ اس مشترک تہذیب کے نمائندہ تھے جو ہندوستان میں ہندو مسلم ملاپ سے بنی ہے۔ مرحوم کی اردو دوستی کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ جامعہ اردو علی گڑھ کے امیر جامعہ تھے اور اردو کی ترقی کے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ ڈاکٹر بھٹناگر غالب کے عزیز شاگرد منشی ہرگوپال تفتہ کے نواسے اور خود بھی اچھے شاعر تھے۔ ان کے اردو کلام کا مجموعہ "لاجونتی" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ ان کی موت سے ایک جامع صفات شخصیت ہمارے درمیان سے اٹھ گئی۔"

علی گڑھ

انجمن ترقی اردو شاخ علی گڑھ کا ایک تعزیتی جلسہ ۱۲ جنوری ۱۹۵۵ء کو کول صاحب کے انتقال کی خبر سن کر جناب حکیم آنند سروپ صاحب تپسّل کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مختلف اصحاب نے کول صاحب کی ادبی خدمتوں پر اظہار خیال کیا۔ اور تپسّل صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ کول صاحب اردو زبان سے سچی محبت رکھتے تھے اور یہ جذبہ ان کو اپنے آباؤ اجداد سے ملا تھا۔ کول صاحب کی موت سے اردو زبان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اس کے بعد ذیل کی تجویز منظور کی گئی۔

"انجمن ترقی اردو شاخ علی گڑھ کا یہ تعزیتی جلسہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول کی موت پر اظہار افسوس کرتا ہے اور ان کی موت کو ایک ناقابل تلافی نقصان تصور کرتا ہے اور ان کے پسماندگان سے اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔"

مرکزی انجمن ترقی اردو کی مجلس عام کے مقامی اراکین کا ایک تعزیتی جلسہ ۱۷ جنوری ۱۹۵۵ء کو پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مختلف حضرات نے مرحوم پنڈت کشن پرشاد کول کی ادبی خدمات کو سراہا اور اُن کی بے وقت موت سے اردو کی تحریک کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اس پر اظہار تاسف کیا۔ آخر میں حسب ذیل تعزیتی ریزولیوشن منظور کیا۔

"مرکزی انجمن ترقی اردو کی مجلس عام کے مقامی اراکین کا یہ جلسہ پنڈت کشن پرشاد کول کی بے وقت موت پر اظہار غم کرتا ہے اور خدا سے دعا کرتا ہے کہ ان کی روح کو ابدی سکون حاصل ہو اور ان کے پسماندگان کو صبر کی توفیق۔"

(جوائنٹ سکریٹری انجمن ترقی اردو)

دیوبند

انجمن ترقی اردو دیوبند کے جنرل سکریٹری اعجاز احمد قاسمی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ:

(۱) انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ دیوبند کی مجلس عاملہ نے طے کیا ہے کہ ۲۶ جنوری ۱۹۶۰ء کو بہ تقریب جشن جمہوریت مشاعرہ کیا جائے گا۔

(۲) دوسری تجویز میں ملک کے مایہ ناز ادیب پنڈت کشن پرشاد صاحب کول کی وفات پر اظہار رنج کیا گیا ہے۔

تجویز کے الفاظ یہ ہیں:

"مجلس عاملہ انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ دیوبند کا یہ اجلاس پنڈت کشن پرشاد صاحب کول کی وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور ان کی موت کو ملک کے لئے اور بالخصوص اردو کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان تصور کرتا ہے۔"

دہلی

انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ دہلی کے جنرل سکریٹری آمنہ سلطان صاحبہ اطلاع دیتی ہیں کہ:

آج ہم پھر اپنے سالانہ جلسہ کے موقع پر جمع ہوئے ہیں لیکن اگر ہم غور کریں کہ یہ پورا سال ہم لوگوں نے کس طرح گزارا اور اردو کے بہی خواہ ہونے کی حیثیت سے اس کو فروغ دینے کی کیا کوشش کی تو شاید اس کا جواب کچھ امید افزا نہ ہوگا۔

اس دور میں ہر انسان اپنے معاشی معاملات کی بدولت اول تو کچھ ایسا پریشان رہتا ہے کہ علمی و ادبی کاموں کے لئے وقت نکالنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ پھر بھی جو لوگ کام کرنا چاہتے ہیں کچھ نہ کچھ وقت نکال ہی لیتے ہیں۔ مجھے اپنے ادیب اور شاعر دوستوں سے یہ عرض کرنا ہے کہ اردو کی خدمت محض مشاعروں کی شرکت سے نہیں ہو جاتی۔ ہم سب مل کر جب تک اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور نہ کریں کام ہو ہی نہیں سکتا۔ معاف کیجئے اگر میں یہ کہوں کہ مشاعروں کی زیادتی ...... روز کی ہنگامہ بازی نے اردو کو کافی نقصان پہنچایا ہے تو غلط نہ ہوگا۔ عوام مشاعروں میں اس طرح شرکت کرتے ہیں جیسے سینما کا کوئی شو دیکھنے جا رہے ہوں۔ ملک کا مذاق دن بدن بگڑتا جا رہا ہے۔

سال میں دو چار اچھے مشاعرے ہوں تو مضائقہ نہیں لیکن اب تو حال یہ ہے کہ شادی بیاہ، عقیقہ یا کوئی سیاسی ہنگامہ، مشاعرہ ضرور ہوتا ہے۔ ابھی پچھلے مہینے میں ایک فلمی پروڈیوسر دہلی آئے تو ان کے اعزاز میں بھی مشاعرہ کیا گیا۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ جاگیرداری دور ختم ہو گیا ...... قصیدہ کہنے اور قصیدہ پڑھنے کا زمانہ نہیں رہا مگر حالت یہ ہے کہ شعر و ادب کی مٹی ان مشاعروں کی بدولت خوب پلید ہو رہی ہے۔ یہ صورت حال پنپنے کی نہیں ہے۔ نہ اس سے اردو کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ معاف کیجئے کہ منہ چھوٹا اور بات بڑی ہے مگر انجمن ترقی اردو شاخ دہلی کی سکریٹری ہونے کی حیثیت سے مجھے کہنا ہی تھا۔ اس تمہید سے غرض یہ ہے کہ ان آئے دن کے ہنگاموں اور پارٹی بازیوں کی بدولت ٹھوس کام ہو ہی نہیں سکتا۔ ہماری شاخ کے ممبر خاص طور پر اراکین انتظامیہ کمیٹی کے اکثر اصحاب اس طرف بالکل توجہ نہیں دیتے کہ اپنے اپنے حلقے میں وہ اردو کے مکتب کھولیں یا اس سلسلے میں میری مدد کریں۔ میں مایوس نہیں ہوں نہ میں نے ہمت ہاری ہے مگر ظاہر ہے کہ تنہا انسان ایک ادارے کی طرح کام کیسے کر سکتا ہے۔ پھر عورت ہونے کی حیثیت سے زیادہ دوڑ دھوپ واقعی میں کر بھی نہیں سکتی۔ تاہم کام جوں توں ہو رہا ہے۔ اس سال بھی پندرہ روزہ نشستیں باقاعدہ ہوتی رہیں اور ایک مباحثہ "ادب میں جمود ہے یا نہیں اور ہے تو کیوں" مسلسل تین مہینے تک چلتا رہا۔ اس کا آغاز محمد اجمل خاں صاحب نے کیا تھا۔ اور بیگم انیس قدوائی، حضرت جوش ملیح آبادی، جناب ساغر نظامی، پرکاش پنڈت، اجتبیٰ حسن رضوی، اور عبدالباقی صاحب ایم۔ اے و دیگر ممبران انجمن نے اس مباحثے میں حصہ لیا۔ ہماری شاخ کی جانب سے یہ مباحثہ ترتیب دے کر چھاپ دیا جائے گا۔

لائبریری جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے عملی منزل میں قائم ہو چکی ہے۔ مکتب کی تیاری بھی مکمل ہے۔ اگر کچھ لوگ میری مدد کریں تو یہ بھی باقاعدہ جاری ہو جائے گا۔ مرکزی انجمن ہمیں مدد عملی طور پر نہیں دیتی۔ اور ہمارے ممبروں کی تعداد بھی سو سے آگے نہیں بڑھی اس بڑے شہر میں اتنے تھوڑے ممبر انجمن کے لئے یقیناً مایوس کن ہیں کاش ہمارے ممبران اپنے فرائض کو سمجھیں اور کچھ نہیں تو ہر ایک دو چار اپنے اردو دوست جاننے والوں کو انجمن کا ممبر ہی بنا دے۔

ہم نے اپنے محترم صدر علامہ کیفی کی سالگرہ منانے کا پروگرام اس سال بنایا تھا۔ لیکن حضرت علامہ کی طبیعت ابھی تک ناساز ہے اور وہ دہلی تشریف نہیں لا سکے۔ اسی لئے یہ تجویز پوری نہیں ہو سکی۔ حضرت علامہ اور قاضی صاحب کی ناسازی طبع کے باعث ہمیں سالانہ جلسہ کی تاریخ بڑھانا پڑی۔ پھر بھی یہ دونوں بزرگ تشریف نہیں لا سکے اور آج ان کی کمی میں بہت محسوس کر رہی ہوں۔ فروری کے آخری ہفتے میں ہر سال کی طرح اس مرتبہ بھی ہم نے "یوم غالب" منانے کا پروگرام بنا لیا ہے۔ اس پروگرام کو کچھ نئی صورت میں پیش کیا جائے اس پر ہم غور کر رہے ہیں۔ ہم محکمہ تعلیم دہلی اسٹیٹ کے مشکور ہیں کہ عالی جناب شنکر پرشاد صاحب سابق چیف کمشنر دہلی کی اردو نوازی کی بدولت انجمن کو ایک ہزار روپیہ سال کی امدادی رقم جو ملتی تھی وہ عالی جناب اے۔ ڈی پنڈت صاحب حال چیف کمشنر دہلی کی عنایت سے اس سال بھی مل گئی ہے۔ ہمیں امید ہے حکومت دہلی ہماری حوصلہ افزائی کرے گی اور اس امدادی رقم میں آئندہ سال کچھ اضافہ کرے گی۔

اردو کی مخالفت جس طرح دوسرے صوبوں کی حکومتیں کر رہی ہیں اس کو دیکھتے ہوئے حکومت دہلی کا برتاؤ اردو کے ساتھ قابل ستائش ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کی مخالفت اسمبلی اور میونسپلٹی میں

گیا ہوتی جا رہی ہے۔ اور آہستہ آہستہ اردو کو ختم کرنے کی تجاویز کی جا رہی ہیں۔ یہ بات دلی والوں کے لئے قابل افسوس بھی ہے اور باعث شرم بھی کہ دلی جو اردو کی جنم بھومی ہے وہیں اس کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے میونسپلٹی کے مخصوص جلسوں، گاندھی جینتی یا ایسے ہی اور مواقع پر ہندی کے ساتھ اردو کو جگہ نہیں دی جاتی حالانکہ گاندھی جی ہندستانی کے سب سے بڑے حامی تھے۔ اسکولوں سے بھی رفتہ رفتہ اردو کو نکالا جا رہا ہے۔ خدا جانے ہندی والے اردو کے خواہ مخواہ کیوں دشمن ہو گئے یہ تو ہمارے مشترکہ کلچر اور باہمی ملاپ کی واحد نشانی ہے۔ ہماری جنگ آزادی کی پوری تاریخ اردو میں موجود ہے۔ اردو کے ادیب اور شاعروں نے اپنی نظم و نثر سے ہندوستان کے لوگوں میں زندگی کا ولولہ پیدا کیا اس سے کون واقف نہیں۔ جس طرح اردو نے ملک اور قوم کی خدمت کی اس پر تو اسے آزادی کے بعد اور بھی پھلنے پھولنے کا موقع دیا جانا چاہئے تھا۔ لیکن یہاں اب حالت یہ ہے کہ چند خود غرض سیاست دانوں نے اپنے ذاتی اغراض کے لئے زبان کا اختلاف بھی کھڑا کر دیا۔ حالانکہ اردو کے پرستاروں میں مذہب، فرقے، عقائد کا سوال ہی نہیں۔ ہم جس طرح میر و غالب، جگر و جوش پر فخر کرتے ہیں۔ اسی طرح سرور و نسیم اور فراق پر بھی۔ یہاں ایک جانب اگر شبلی، حالی اور آزاد ہیں تو دوسری طرف سرشار اور کیفی ہیں۔ ہمیں اردو کے ان معماروں پر یکساں ناز ہے۔ اردو کا دامن ان لاثانی ہیروں سے جگمگا رہا ہے۔ بقول قاضی عبدالغفار صاحب۔ اس تعصب، تنگ نظری اور مخالف آندھیوں کے باوجود اگر ہم لوگ ہمت سے کام لیں تو ناکامی اور مایوسی کا دور ختم ہو جائے گا۔ اردو کی قوت اور اس کا پیدائشی مزاج ہی اس کی پائیداری کی ضمانت ہے۔ اردو والوں کو افسردہ یا بیدل ہونے کی بجائے زیادہ ہمت سے کام کرنا چاہئے۔ ہمارے صوبے کی بول چال کی زبان صرف اردو ہے۔ اور یہ کہنا ہندی کی مخالفت نہیں حقیقت ہے کہ دلی میں ہر بچہ خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان۔ اپنی ماں سے جھولے میں جو لوری سنتا ہے اردو میں ہی ہوتی ہے۔ حقائق کو جھٹلانا بھلا کب اور کیسے ممکن ہے۔ سورج بجائے مشرق سے مغرب سے نکلنے لگے تو شاید دلی والے بھی اردو بھول جائیں۔ ہمارے بہن بھائی جو پنجاب سے یہاں تشریف لائے ہیں وہ بھی اردو کو بہت عزیز رکھتے ہیں یہ بات ہمارے لئے تقویت کا باعث ہے۔

سہسوان

انجمن ترقی اردو سہسوان کے سکریٹری جناب محمد اسمٰعیل قریشی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ:

کل تاریخ ۳۰ر جنوری ۱۹۵۵ء کو انجمن ترقی اردو سہسوان کا ایک خصوصی اجلاس دفتر انجمن مذکور میں منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل تجویز منظور کی گئی:

انجمن ترقی اردو سہسوان کا یہ خصوصی اجلاس پنڈت کشن پرشاد کول صاحب صدر انجمن ترقی اردو اتر پردیش کی اچانک رحلت پر اپنے دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ کول صاحب اردو زبان کے ایک مایہ ناز ادیب و شاعر تھے اور اس مشترکہ زبان کے زبردست حامی و خادم۔ اردو کی دستخطی مہم میں موصوف نے جو گراں قدر کام انجام دیے وہ اردو زبان کی اس پر آشوب دور کی تاریخ میں یادگار رہیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ کریم موصوف کی روح کو سکون بخشے اور آپ کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے صبر جمیل کی تلقین بطور تعزیت پیش ہے۔

اردو تحریری اور تقریری مقابلے میں کامیابی حاصل کرنیوالوں کے لئے پانچ پانچ سو روپیوں کا گرانقدر انعام

مسلم ایجوکیشنل اسوسیئشن جنوبی ہند ۱۲۹ پیٹرس روڈ
رائے پیٹھ مدراس ۱۴

۵ر فروری ۱۹۵۵ء سے ۸ر فروری ۱۹۵۵ء تک اپنی پچاس سالہ گولڈن جوبلی منا رہی ہے

اردو والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ایک اردو تحریری اور تقریری مقابلہ بھی رکھا گیا ہے۔ ایک محب اردو نے ہر ایک کے لئے پانچ پانچ سو روپیوں کے انعام کا اعلان کیا ہے۔ یہ دونوں انعام بالترتیب "ڈاکٹر عبدالحق بابائے اردو" اور "نواب بہادر یار جنگ مرحوم" کے نام سے موسوم ہوں گے۔ ان کے شرائط ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

"انعام ڈاکٹر عبدالحق بابائے اردو"

۱۔ پانچ سو روپیوں کا گرانقدر انعام اس شخص کی خدمت میں پیش کیا جائے گا جو اردو زبان میں ذیل کے عنوان پر بہترین مقالہ لکھ کر پیش کرے۔

"جمہوریہ ہند میں مسلمانوں کیلئے کس قسم کا مذہبی نظام تعلیم ہونا چاہئے"

۲۔ یہ مقالہ فلسکیپ سائز کے ڈیڑھ سو صفحات سے کسی طرح

کم نہ ہو ہر صفحے میں کم از کم پچیس سطریں ہونی چاہئے۔

۳۔ مقالہ نگار اس بات کی تصدیق کرے کہ یہ کسی دوسرے انعام یا کسی سند کے حاصل کرنے کے لئے نہیں لکھا گیا تھا۔

۴۔ پہلی فروری ۱۹۵۵ء کے دن یا اس سے پہلے یہ مقالہ مذکورہ بالا اسوسیئیشن کے معتمد اعزازی کے پاس پہنچ جانا چاہئے۔

۵۔ ججوں کا فیصلہ حتمی اور قطعی ہوگا اس کے خلاف کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوگی۔

۶۔ اگر کوئی بھی مقالہ معیار پر نہ اُترے تو ججوں کو انعام کے روک لینے کا اختیار ہوگا۔

۷۔ اگر کوئی مقالہ قابل انعام ٹھیرے تو اس کی طباعت کے تمام حقوق مسلم ایجوکیشنل اسوسیئیشن جنوبی ہند مدراس کے نام محفوظ ہوں گے۔ اگر اسوسیئیشن اس مقالہ کو شائع نہ کر سکے تو مقالہ نگار اپنے خرچ سے اسوسیئیشن کی اجازت سے کر چھپوا سکتا ہے۔

"انعام نواب بہادر یار جنگ مرحوم"

۱۔ تین سو اور دو سو روپوں کے دو انعام ان اشخاص کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے جو اردو تقریری مقابلے میں اول اور دوم آئیں گے۔

۲۔ اردو تقریری مقابلے میں حصہ لینے والوں کے لئے ضروری ہے کہ ۱۰ فروری سے پہلے اپنے نام معتمد اعزازی مسلم ایجوکیشنل اسوسیئیشن جنوبی ہند مدراس کے پاس رجسٹر کرا دیں۔

۳۔ اردو تقریری مقابلہ شہر مدراس میں ہوگا۔ اور اس مقابلے میں حصہ لینے والوں کو اپنے خرچ سے مقابلے کی جگہ پہنچنا ہوگا اسوسیئیشن ان کے سفر خرچ اور قیام و طعام کی ہرگز ذمہ دار نہ ہوگی۔

۴۔ مقابلے میں حصہ لینے والوں کو وقت سے صرف پندرہ منٹ پہلے عنوان دیا جائے گا۔ جس پر انہیں صرف دس منٹ تقریر کرنی ہوگی۔

۵۔ ججوں کا فیصلہ حتمی اور قطعی ہوگا۔ اس کے خلاف کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوگی۔

ایم۔ ایس۔ عبدالمجید۔ بی۔ اے
(معتمد اعزازی)

مجلس استقبالیہ یوپی صوبائی اردو کانفرنس بستی

(بہ تحریک انجمن ترقی اردو بستی)

جناب مکرم و معظم ۔۔۔۔ تسلیم

بہ تحریک انجمن ترقی اردو بستی ۱۳ اور ۱۴ فروری ۱۹۵۵ء اتوار اور دوشنبہ اترپردیش صوبائی اردو کانفرنس کا عظیم الشان جلسہ ترویدی پرشاد ہائر سکنڈری اسکول کے احاطے میں منعقد ہو رہا ہے مجلس استقبالیہ آپ کی خدمت میں شرکت اجلاس کی دعوت پیش کرتی ہے اور دلی خلوص کے ساتھ آپ کی تشریف آوری کی خواستگار ہے۔ اپنی آمد کے وقت اور تاریخ سے استقبالیہ کمیٹی کو مطلع فرما کر شکر گزار فرمائیے۔

ضروری!

(۱) مجلس استقبالیہ آپ کی بستی میں تشریف آوری پر پنڈال میں نشست کا پاس پیش کرے گی۔ مہربانی فرما کر دفتر مجلس استقبالیہ سے اپنا پاس ضرور حاصل کر لیجئے۔

(۲) مجلس استقبالیہ مہمانان کرام کو خوش آمدید کہتی ہے۔ مجلس مہمانان کرام کے قیام و طعام کا انتظام کرے گی اور مہمانان کرام کی خدمت اور ان کے آرام و آسائش کے لئے ہر امکانی کوشش اپنے لئے باعث فخر تصور کرے گی۔

پروگرام

۱۳ فروری ۱۹۵۵ء ۸ بجے صبح سے ۱۲ بجے تک / ۲ بجے سے ۴ بجے تک } کانفرنس زیر صدارت پنڈت گوپی ناتھ امن

۔۔ ۔۔ ۸ بجے شب سے ۱۲ بجے شب تک :۔ مشاعرہ زیر صدارت پروفیسر آل احمد سرور

۱۴ فروری ۱۹۵۵ء ۸ بجے صبح سے ۱۱ بجے تک :۔ مقالات کی نشست زیر صدارت پروفیسر رشید احمد صدیقی

۔۔ ۔۔ ۱۱ بجے سے ۱ بجے تک :۔ ڈراما "برج بانو"

۔۔ ۔۔ ۲ بجے سے ۴ بجے تک :۔ طلبا کا تقریری مباحثہ زیر صدارت بیگم سلطانہ حیات

صدر و ممبران مجلس استقبالیہ اترپردیش صوبائی اردو کانفرنس بستی

- جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ڈاک آنے کا ٹکٹ آنا ضروری ہے
- خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھئے۔ (منیجر)

تبصرے

حکمتِ کلیمی

ناشر :- یونیورسٹی پبلشرز، مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ
قیمت دو روپے آٹھ آنے۔ تعداد صفحات (۱۲۰)
مجلد۔ دیدہ زیب طباعت و کتابت۔

اقبال کی فارسی مثنوی "پس چہ باید کرد ......" کا منظوم اردو ترجمہ جسے ظفر احمد صدیقی صاحب (شعبۂ فلسفہ، مسلم یونیورسٹی) نے بڑی کاوش اور خوش اسلوبی سے کیا ہے۔ ترجمے کے شروع میں فلسفۂ اقبال پر ایک بسیط اور جامع مقدمہ بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ جس سے مصنف کی فلسفیانہ تفہیم کا پتہ چلتا ہے۔ فلسفۂ اقبال پر اتنے مختصر مگر بلیغ انداز میں بہت کم مضامین لکھے گئے ہیں۔ ہر چند کہ مصنف کی اقبال پرستی نے انہیں شارح کے منصب سے آگے بڑھنے نہیں دیا۔

لیکن مصنف کے حقیقی جوہر اور ان کی عقیدت مندی کے اصل نتائج مثنوی کے ترجمے میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جہاں انھوں نے شاعر کی آواز سے آواز ملا دی ہے۔ وہی پر شکوہ انداز ہے۔ لہجے کا وہی طمطراق ہے۔ اس طرح کہیں کہیں نقل پر اصل کا دھوکا ہو جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کا ایک کھویا ہوا اردو مجموعہ ہاتھ لگ گیا۔

معلوم نہیں، یہ اردو زبان کا عجز تھا یا وسط ایشیا کے اسلامی ممالک سے اقبال کا غیر معمولی شغف، کہ انھوں نے فارسی کو بیشتر اپنے خیالات کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ ایک بات مسلم ہے کہ اقبال کی شہرت اور عظمت تمام تر اردو زبان اور اردو داں طبقے کی بدولت ہے۔ اس لئے ظفر احمد صدیقی صاحب کی یہ کاوش ادبی نہایت مبارک اور مستحسن سمجھی جائے گی کہ انھوں نے ہمارے عظیم شاعر کے عجمی نغموں کو اپنی زبان میں صحت، عقیدت اور خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کیا۔ یہ وقت کا تقاضا بھی تھا۔ اس لئے کہ فارسی لکھنے پڑھنے کا رواج اردو داں طبقے میں کم ہوتا جا رہا ہے۔

(ڈاکٹر مسعود حسین)

میر تقی میر : حیات اور شاعری

"ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی نے "میر تقی میر" لکھ کر بہت بڑا کام کیا ہے اور بڑی محنت، تلاش اور تحقیق سے ... کیا ہے۔ ایسا ہمہ گیر مطالعہ اردو میں میر کیا کسی شاعر یا انشا پرداز کا بھی آج تک نہیں کیا گیا تھا۔ کتاب کے تین حصے ہیں اور آخر میں ۱۲ ضمیمے شامل ہیں پہلے حصے میں میر کے سوانح حیات ہیں جو زیادہ تر شاعر کی آپ بیتی ذکر میر پر مبنی ہیں۔ لیکن دوسرے ماخذوں سے فائدہ اٹھا کر ان کی تنقیح اور تکمیل کی گئی ہے۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ میر کی زندگی کی تصویر تاریخ عصر کے چوکھٹے میں جڑ دی گئی ہے۔ فریم تصویر کی نسبت سے بڑا ہے۔ لیکن بجائے خود نہایت دلکش ہے۔ اس کے علاوہ میر کے فلسفۂ زندگی کے بنیادی تصورات ان کے کلام کے آئینے میں دکھائے گئے ہیں۔ دوسرے حصے میں میر کی شاعری پر اور تیسرے میں ان کی تصانیف نثر پر مفصل اور جامع تبصرہ ہے۔ ضمیموں میں سے بعض میں ان ماخذوں سے جو کتاب کے لکھنے کے بعد دستیاب ہوئے۔ ضروری معلومات نقل کی گئی ہیں اور بعض میں میر کی نادر فارسی تصانیف کا جائزہ لیا گیا ہے۔

معلومات کے اس بیش بہا ذخیرے کو جو برسوں کی تگ و دو اور جستجو سے بہم پہنچا ہے، خواجہ صاحب نے اپنی شگفتہ، سلیس زبان اور دلآویز انداز بیان میں اس طرح پیش کیا ہے کہ کتاب کی ادبی شان اس کی تحقیقی شان کی حریف بن گئی ہے۔"

(ڈاکٹر سید عابد حسین)

حیاتِ اجمل

اس کے مرتب قاضی محمد عبد الغفار صاحب ہیں۔ اس سوانح حیات کا بہت دنوں سے انتظار تھا۔ اس میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کی صرف سوانح عمری ہی نہیں ہے بلکہ اس دور کی پوری سیاسی تحریکات کا خاکہ پیش کیا گیا ہے جس میں حکیم صاحب مرحوم کے عظمت و کردار کا پتہ چلتا ہے۔

اس کتاب کی بڑی خوبی مصنف کے انداز بیان کی دلکشی بھی ہے۔ جس کے متعلق بمبئی کے انگریزی اخبار بھارت جیوتی نے لکھا ہے کہ :-

" قاضی محمد عبد الغفار نے جو اردو کے بہت بڑے عالم اور انشا پرداز ہیں۔ ایک عظیم الشان شخصیت کی سوانح حیات لکھ کر بڑی خدمت انجام دی ہے۔ یہ کتاب اس زمانے کی سیاسی انقلابات کی ایک مستند تاریخ ہے اور پر لطف اردو میں لکھی گئی ہے۔ (قیمت مجلد آٹھ روپے)

نفسیاتِ افواہ

نفسیات ایک وسیع علم ہے جس کے مختلف عنوانات ہیں۔ انگریزی زبان میں اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور اس کے مختلف پہلوؤں پر دلچسپ بحثیں کی گئی ہیں۔

اردو میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جو عثمانیہ یونیورسٹی کے پروفیسر سید ولی الرحمن صاحب نے بڑی محنت اور کاوش سے لکھی ہے۔ اس میں افواہوں کی نوعیت کا نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے تجزیہ کیا گیا ہے۔ (قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے)

انجمن کے شاہکار

ترقی پسند ادب

یہ کتاب ترقی پسند شاعر سردار جعفری کی تصنیف ہے اور غالباً اس موضوع پر پہلی مستند کتاب ہے۔ اس میں ترقی پسند ادبی تحریک کا تاریخی جائزہ لیا گیا ہے کہ ترقی پسند تحریک کا رشتہ بین الاقوامی ہے جو قومی حدود اور جغرافیائی سرحدوں کو توڑ کر انسانیت کا ایک ایسا تصور پیش کرتا ہے جو انصاف محنت اور آزادی کے جذبے میں ڈوبا ہوا ہے اور کسی قوم کی برتری اور تفوق کا تصور اس نئی دنیا میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ (قیمت مجلد ۲ روپے)

حیاتِ سر سیدؒ

سید مرحوم کے ان گنت احسانات ہماری قوم پر ہیں۔ وہ ہماری قوم کے سب سے بڑے آدمی تھے اور بڑے آدمیوں کے کارنامے قوم میں زندگی کی روح پیدا کرتے ہیں۔ اس کتاب میں سید مرحوم کی عظیم الشان زندگی کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ عام پڑھنے والے ان کے بڑے بڑے کاموں اور ان کی زندگی کے خاص پہلوؤں سے واقف ہو جائیں۔ اس کے مرتب نور الرحمان صاحب بی۔ اے ہیں۔

قیمت تین روپے آٹھ آنے

باپو کے قدموں میں

صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد نے گاندھی جی کے ساتھ اپنی ابتدائی سیاسی زندگی کا حال بہت دلچسپ پیرائے میں لکھ کر شائع کرایا تھا۔ لیکن وہ کتاب دیوناگری رسم الخط میں تھی۔ اس لئے محترم صدر کی اجازت سے انجمن نے اس کو اردو رسم الخط میں منتقل کیا ہے۔

طباعت بہترین ٹائپ کی ہے اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ انجمن نے اس سے زیادہ دیدہ زیب اور خوبصورت کتاب ابھی تک کوئی اور شائع نہیں کی۔ فاضل سوانح نگار کے اعلیٰ مرتبے کا لحاظ کر کے انجمن نے اس کتاب کو بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد کے قلم سے گاندھی جی کی تعلیمات کا یہ مطالعہ بہت ہی دلچسپ ہے اور اس قابل ہے کہ ملک کے ہر کتب خانے میں جگہ پائے۔ اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اور ہر حصے کی قیمت (پانچ روپیہ ہے۔ اور مکمل سٹ کی قیمت پندرہ روپے)

مرقع افغان

(تالیف مولانا ابرار حسین صاحب فاروقی)

افغانوں کے لودھی خاندان کے دورِ حکومت کی ایک مختصر تاریخ ہے جس میں اس عہد کی قدیم تاریخوں سے مدد لی گئی ہے۔ جن تاریخ نگاروں اور ادیبوں نے اس کتاب کو دیکھا ہے وہ فاضل مولف کی محنت کو سراہتے ہیں۔

(قیمت تین روپے چار آنے)

غزل

مجروح سلطان پوری کے کلام کا یہ مجموعہ جس قدر مختصر ہے اسی قدر دلکش بھی ہے۔ اس دور کے نوجوان شعراء میں مجروح اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ انجمن نے ان کے کلام کا یہ گلدستہ اتنی ہی نظر نواز صورت میں چھاپا ہے جس قدر لطافت مجروح کا کلام ہے۔ قیمت مجلد ۱/۸ روپے

سُریلے بول

(مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین)

عظمت اللہ خاں کی شاعری اس "ننھی پود" کے نام تھی "جس کے ہونٹوں پہ ابھی تک ماں کا دودھ خشک نہیں ہوا ہے"، ہندی شاعری سے انھوں نے گیت کی ریت لے کر اردو میں ایک نئی ڈگر قائم کی۔ انجمن ان کے گیتوں کا یہ انتخاب پہلی بار جدید رسم الخط میں پیش کرتی ہے۔

(قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے)

وَجد

حیدرآباد کے مشہور شاعر سکندر علی وجد کے کلام کا مختصر انتخاب۔

وجد صاحب کا نام اردو شعر و ادب سے ذوق رکھنے والے سب ہی جانتے ہیں اور اس کا بھی علم رکھتے ہیں کہ وجد کا بیان اور ان کے انداز فکر میں خاص قسم کی ندرت اور کشش ہوتی ہے جس میں ان کا فطری سوز بھی شامل ہوتا ہے۔

(قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے)

سیاسیات کے اصول —— (حصہ اول و دوم)

—— (مرتبہ پروفیسر ہارون خاں شیروانی)

جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے، سیاسیات کے اصولوں پر اردو زبان میں یہ ایک مستند تالیف ہے جو اس موضوع کے ایک ممتاز ماہر کے قلم سے مرتب کی گئی ہے۔ کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلے حصے میں راج یا مملکت کے متعلق نظریات اور دوسرے میں حکومت کے اجزائے ترکیبی پر بحث کی گئی ہے اور دنیا کے مختلف دستوروں پر خصوصاً اپنے ملک کے نئے جمہوری دستور سے مثالیں دے کر حکومت کے مختلف حصوں کو واضح کیا گیا ہے۔ تیسرے حصے میں (جو ابھی تیار نہیں ہے) بین المملکت کے اصول کی تاریخ اور اس کے موزوں روپ پر نظر ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں سات سو کے قریب سیاسی اور دوسری اصطلاحوں کی دو فرہنگیں بطور ضمیمہ کے منسلک ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب ایک بڑی کمی کو پورا کرتی ہے۔ اور یقیناً وہ عام پڑھنے والوں اور طلبا دونوں کے لئے بہت مفید ہے۔ کتاب کے دو حصے جو اب شائع کئے گئے ہیں بجائے خود مکمل ہیں۔

(قیمت فی حصہ دو روپے)

کاروانِ معیشت

نجم الدین شکیب صاحب ایم۔ اے نے لیو ہیوبرمین کی مشہور کتاب کا یہ ترجمہ بہت محنت اور توجہ سے کیا ہے اور انجمن نے اس کو شائع کر کے معاشیات کی تاریخ پر اردو زبان میں ایک قابل قدر کتاب کا اضافہ کر دیا ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ جاگیرداری اور سرمایہ داری کے دور سے معاشی جمہوریت کے اس شعور بھرے دور تک معاشی انقلاب کا سارا پس منظر ان صفحات میں پیش کر دیا گیا ہے۔ قیمت ۶/۰ روپے

ادبی قومی تذکرے

پنڈت کشن پرشاد کول کے چودہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ پنڈت جی پختہ کار ادیب کی حیثیت سے کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ اس کتاب میں پنڈت جی نے جو کچھ لکھا ہے اس میں ان کا خلوص شامل ہے، جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ پنڈت جی کی پرورش ایک ایسے ماحول میں ہوئی ہے جہاں ملی جلی تہذیب کا سنگم تھا اور اتحاد و اتفاق کی بہاریں تھیں۔

(قیمت ۲ روپے)

(پرنٹر پبلشر قاضی عبدالغفار نے نیشنل پرنٹنگ کمپنی میں چھپوا کر مرکزی انجمن علی گڑھ سے شائع کیا)